کے اپنے وجود کے اظہار کے سوا اور کچھ نہیں۔ کر کیگا رڈ نے مروجہ عیسائیت پر شدید نکتہ چینی کی۔ کوپن ہاگن کے عیسائی سماج میں یہ گویا خداوند کے مقدس نمائندوں کے خلاف کھلی بغاوت تھی۔ اہل کلیسا نے اسے آڑے ہاتھوں لیا۔ اور اس سے مناظرے اور مجادلے کا بازار گرم کر دیا پادریوں نے رسائل اور اخبارات میں کر کیگا رڈ کے خلاف محاذ قائم کر لیا۔ کر کیگا رڈ اپنے بارے میں اس زمانے میں کہا کرتا تھا۔ "میں ایک ایسا شہید ہوں جسے طعن وطنز سے قتل کیا گیا ہے۔" اس نے اپنے فلسفے کی بنیاد ھیگلی نظریات کی تردید پر رکھی ہے۔ تاہم میں اپنے مطالعے سے اس رائے پر پہنچا ہوں کہ اس نے ہیگل کے فلسفے کے جس قدر حصے کو مسترد کیا ہے اس سے کہیں بڑے حصے کو اپنایا ہے۔ کر کیگا رڈ کے ذہن پر عظیم مابعد الطبیعاتی فلسفی ہیگل کے اثرات ظاہر و باہر ہیں۔ اس نے ہیگل کی اصطلاحات کا ایک بڑا حصہ ذہنی وراثت کے طور پر حاصل کیا تھا۔ اگرچہ یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ آخری تجزیئے میں ہیگل اعلیٰ ترین کلیت اور اپنی عالمی تاریخ کی منطق پر فرد کو بحیثیت ذی اختیار و صاحب ارادہ ہستی قربان کر دیتا ہے۔ فرد کی حیثیت اس کے نظام فکر میں سمندر میں ایک قطرے کی حیثیت ہو کر رہ جاتی ہے۔ کر کیگا رڈ نے اس کے خلاف بغاوت کرتے ہوئے کہا کہ ھیگلی فکر عملی زندگی میں کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ محض خیال کا فلسفہ فرد موجود کے لئے ایک موہوم تصور سے زیادہ اہم نہیں۔ خیال محض کی راہنمائی میں زندگی بسر کرنا ایسا ہی ہے جیسے یورپ کے ایک نقشے کی رہبری میں ڈنمارک کی سیر کرنا جس پر اسے ایک نقطے جتنا دکھایا گیا ہو۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ ناممکن۔ ۔ ۔ ۔

ہیگل اور اس کے متبعین کی معروضیت پسندی اور کلیت کی جستجو کے برعکس کر کیگا رڈ کے نزدیک فلسفہ ایک طرز حیات ہے۔ جس کی اساس انسان کے ذاتی تجربے اور اس کے تاریخی ماحول پر ہونی چاہئے عقل انسان کی راہنما نہیں ہو سکتی اس کا وظیفہ صرف یہ ہے کہ ہمارے اعمال کا جواز پیش کرے۔ اس نے اپنی متعدد تصانیف میں یہ تصور پیش کیا کہ صداقت موضوعی ہے اور سچا وجود شدت احساس سے حاصل ہوتا ہے۔ اس نے ایک فرد کی زندگی کو تین اقسام میں پیش کیا ہے اور ہر قسم حیات کی نہایت خوبصورت اور باریک بینی سے وضاحت کی ہے۔

۱۔ جمالیاتی دور یا قسم (۲) اخلاقی دور (۳) مذہبی دور

جمالیاتی طرز حیات لاپرواہی اور عیش کوشی کا طرز عمل ہے۔ یہ ان لوگوں کا رویہ ہے جن کی زندگی معین اخلاقی اصولوں اور ضابطوں سے عاری ہونے کی بنا پر تسلسل و ہم آہنگی سے محروم ہوتی ہے۔ جمالیاتی فرد کا نصب العین اس کے جبلی تقاضوں اور ہنگامی ضرورتوں کی براہ راست تشکیل ہوتی ہے۔ نتیجتاً اس قسم کے فرد کی زندگی اہمیت و معنویت سے قطعاً محروم ہوتی ہے وہ شخص جو ذہن صالح کا مالک ہوتا ہے، جلد ہی اس طرح کی زندگی سے اکتا جاتا ہے۔ چنانچہ بعض افراد ہمت اور فکرو

تدبر سے کام لے کر اخلاقی سطح پر بسر کی جانے والی زندگی تک ابھر آتے ہیں۔ اس سطح پر آوارہ و سرگرداں فرد کائناتی اخلاقی ضابطے کو تسلیم کر لیتا ہے جس سے اس کی زندگی توازن و تواتر سے ہم آغوش ہوتی ہے۔ گوفی الحال ذات باری تعالیٰ سے اس کا تعلق استوار نہیں ہوتا ۔ اس قسم یا دور حیات میں انسان ایسی پابندیاں قبول کر لیتا ہے جیسے معاشرے، روایت اور قانون کی تائید حاصل ہوتی ہے۔ یہ زندگی منظم سماجی روایت کو تسلیم کرنے اور زن و مرد کے جذبات و تعلق میں استقلال کی نشوونما میں معاون ہوتی ہے۔ اس سطح زندگی کی ایک نمایاں خصوصیت یہ بھی ہے کہ فرد اپنی نجی زندگی کی حدود سے ماوراء ہو کر اپنی جزئی ہستی میں کلیت کو محسوس کرنے لگتا ہے۔ مگر بالآخر یہ مرحلہ بھی محدود ثابت ہوتا ہے۔ فرد کمال خودی کا متلاشی ہے اخلاقی دور میں یہ آرزو پروان نہیں چڑھتی۔ یوں تیسرے مرحلے کی ضرورت پیش آتی ہے جسے کر کیگارڈ نے "مذہبی مرحلہ" کا نام دیا ہے۔ اس نظریئے کے مطابق مذہبی دور کسی تجریدی کائناتی ضابطے کی بجائے خدا کے حضور سربسجود ہوتا ہے وہ اپنے تئیں مخلوق تصور کرتے ہوئے خدا کے حضور اس کی بندگی کا اقرار کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ اخلاقی قانون سے ماوراء ہو جاتا ہے حضرت ابراہیم کی قربانی اس کی روشن مثال ہے جنہوں نے تورات کی روایت کے مطابق اپنے بیٹے اسحٰق کو قربان کرنے کی کوشش کی تھی۔ اخلاقی قانون کی رو سے قتل ایک جرم ہے۔ تاہم انہیں بخوبی علم تھا کہ بندے اور رب کا رشتہ اخلاقی قانون کا پابند نہیں۔ یہ اس سے ماوراء اور اعلیٰ تر ہے۔ خدا کے ساتھ اس ایمانی تعلق کے اثبات ہی سے انسان کو عرفان ذات حاصل ہوتا ہے۔

در کیگارڈ کا خیال یہ ہے کہ زندگی کے ان تینوں ادوار میں جدلیاتی عمل موجود ہے لیکن یہ عقلی نہیں، وجودی جدلیت ہے۔ یعنی ان ادوار کے مابین حائل فاصلے کو عقل و استدلال کی مدد سے طے نہیں کیا جاسکتا۔ یہاں عقل کو چارہ کار نہیں۔ اگرچہ یہ نہ سمجھا جائے کہ وہ عقل کو کلی طور پر مسترد کر دیتا ہے۔ وہ صرف عقل سے بڑھی ہوئی عقل پرستی کا مخالف ہے۔ وہ بجا طور پر کہتا ہے کہ عقل ہمیں ایمان کی حد تک لے آتی ہے لیکن آگے چھلانگ لگانے یا نہ لگانے کا فیصلہ ہر فرد کو خود کرنا ہے۔ اس مرحلے پر کوئی دوسرا فرد، روایتی مذہب، رسم و رواج، یا عقلی دلائل رہبری نہیں کر سکتے۔

سطور بالا سے آپ پر بخوبی واضح ہو گیا ہو گا کہ عصر حاضر میں یورپ کے دو اہم فلسفی مذہبی معتقدات کے بارے میں بالعموم اور ذات وجود باری تعالیٰ کے بارے میں بالخصوص عقل و تفکر کی نارسائیوں کے قائل ہیں۔ اور مذہب کے باب میں اخلاقی فرضیت کے احساس اور اندرونی نفسیاتی کیفیات کی اہمیت پر زور دیتے ہیں اور اس طرح جدید فکر کی دو اہم شخصیتیں علم و ادراک باری تعالیٰ کے بارے میں اسی موقف کی تائید کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں جو ہمیں اپنے دین سے ملتی ہیں اور جنہیں حضرت ابوبکرؓ نے اپنے قول میں اس طرح ادا کیا ہے: العجز عن درک الذات ادراک اور

(باقی صفحہ ۸۶)

ڈاکٹر محمد رفیع الدین

منشورِ اسلام

(۵)

غلط نصب العین سے محبت کرنے کے خطرات زندگی اور اسکی اقدار کے متعلق غلط نقطہ نظر

(۱) جب کوئی فرد یا کوئی قوم انبیا کی دعوت کو نظر انداز کر دے اور کسی غلط نصب العین سے محبت کرنے لگ جائے تو اس حالت کو اسلام کی اصطلاح میں کفر کہا جاتا ہے۔

نصب العینوں کی جن خصوصیات کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اُن سے آشکار ہے کہ کسی غلط نصب العین کی محبت یا کفر کی حالت اس فرد یا قوم کے لیے جو اسے اختیار کرے نہایت ہی خطرناک نتائج پیدا کرتی ہے۔ مختصر طور پر نتائج حسب ذیل ہیں:۔

(ل) چونکہ ایک غلط نصب العین دراصل حسن کی تمام صفات سے عاری ہوتا ہے اور اس کا چاہنے والا ان صفات کو اس کی طرف محض ایک غلطی کی بنا پر منسوب کر رہا ہوتا ہے لہٰذا جو فرد اس سے محبت کرتا ہے وہ اس کی صفات کو اپنی عملی زندگی میں اُجاگر کرتے ہوئے انسانی زندگی اور اس کی اقدار کے متعلق ایک غلط نقطہ نظر پیدا کر لیتا ہے۔ حسن، خیر اور صداقت کے لیے اس کی فطرت کا جذبۂ محبت پوری آزادی کے ساتھ اور مکمل طور پر اپنا اظہار نہیں پا سکتا کیونکہ اس کا ناقص نصب العین جو ان صفات سے عاری ہوتا ہے ان کے اظہار کے ساتھ مزاحمت کرتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عدل، دیانت داری، سچائی، مساوات، آزادی، نیکی اور اخوت ایسی اخلاقی اقدار کے صحیح تقاضوں کے متعلق اس کے اندازے اور فیصلے غلط ہوتے ہیں وہ اپنی غلط قسم کی محبت سے نادانستہ طور پر اور ایک غیر محسوس طریق سے مجبور ہوتا ہے کہ ان

اصطلاحات کو غلط اور محدود اور تنگ نظرانہ معنی پہنائے اور لہٰذا ان کو اخلاق کے بلند معیار سے نیچے گرا کر شرانگیزی کا ذریعہ بنائے۔ وہ ان اوصاف کے صحیح مطالبات کو عملی طور پر نظرانداز کرتا ہے اپنی بہترین نیتوں اور بہترین کوششوں کے باوجود اس کے افعال غلط مقاصد کے لیے صادر ہونے لگتے ہیں۔ اس کے فکر و عمل کی قوتیں جن پر اس کا غلط نصب العین حکمران ہوتا ہے۔ غلط طور پر کام کرتی ہیں اور غلط نتائج پیدا کرتی ہیں۔ وہ اس چیز سے نفرت کرتا ہے جو درحقیقت قابلِ ستائش اور لائق محبت ہوتی ہے اور اس چیز سے محبت کرتا ہے جو درحقیقت زشت نامحمود ہوتی ہے۔ اشیا کے متعلق اس کا زاویۂ نگاہ بگڑ جاتا ہے اور اشخاص اور حقائق کے متعلق اس کا خیال ٹھوکریں کھانے لگتا ہے۔ اپنی غلط محبت کے دباؤ کی وجہ سے نہ وہ ٹھیک طرح سے دیکھ سکتا ہے۔ نہ سن سکتا ہے نہ سوچ سکتا ہے نہ بول سکتا ہے اور نہ کام کر سکتا ہے اور پھر سب سے بڑی مصیبت یہ ہوتی ہے کہ وہ ایک ایسی غفلت کے عالم میں ہوتا ہے کہ اسے اپنی ان کوتاہیوں اور مجبوریوں کا قطعاً کوئی علم نہیں ہوتا وہ گویا ایک حیوان کی طرح ہوتا ہے جسے اس کا غلط نصب العین جس طرف چاہے ہانک کرلے جاتا ہے بلکہ حیوان بھی اتنا گمراہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ بھی قدرت کی عطا کی ہوئی جبلتوں کے مطابق عمل کرتا ہے اور اس کا عمل قدرت کے مقاصد سے ہٹا ہوا نہیں ہوتا۔

لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿﴾ (الاعراف: ۱۷۹)

ان کے دل ہیں جن سے سوچتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں جن سے دیکھتے نہیں۔ اور ان کے کان ہیں جن سے سنتے نہیں۔ وہ حیوانات کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ۔ یہی لوگ ہیں جو اپنی گمراہی سے بھی بے خبر ہیں۔

چونکہ نصب العین انسان کے ہر فعل کا سرچشمہ ہے اور اس کی قدر و قیمت کو معین کرتا ہے لہٰذا انسان کا ہر فعل اتنا ہی اچھا یا بُرا ہوتا ہے جتنا کہ وہ نصب العین اچھا یا بُرا ہوتا ہے جس سے وہ صادر ہوتا ہے لہٰذا ظاہر ہے کہ اس شخص کا کیرکٹر بھی حقیقی طور پر عمدہ یا بلند نہیں ہو سکتا جو ایک ناقص اور غلط نصب العین سے محبت کر رہا ہو۔ مثلاً جس شخص کا نصب العین کوئی قوم ہو جو کسی خاص خطۂ زمین میں بس رہی ہو اور اپنے چمڑے کی ایک خاص رنگت رکھتی ہو اور ایک خاص نسل سے تعلق رکھتی ہو اور ایک خاص زبان بولتی ہو۔

اس کا تصوّر صداقت یا عدل یا حریت یا مساوات کبھی اتنا وسیع نہیں ہو سکتا کہ اُن لوگوں پر بھی حاوی ہو جائے جو اس ملک یا رنگ یا نسل یا زبان سے تعلق نہ رکھتے ہوں۔ وہ سمجھتا ہے کہ صداقت، عدل، حریت یا مساوات کا کوئی ایسا تصوّر اس کی محبت یا کوشش کے لائق نہیں جو اس کی اپنی قوم کو چھوڑ کر کسی دوسری قوم کو فائدہ پہنچاتا ہو یا اس کی اپنی قوم کے مفاد کی قیمت پر کسی دوسری قوم کی عظمت کا اہتمام کرتا ہو۔

خدا کی محبت صرف ایک ہی سرچشمہ ہے جس سے اخلاقی اقدار کی محبت جو انسان کی فطرت میں ہے وہ قوت حاصل کر سکتی ہے جو ان اقدار کو جامۂ عمل پہنانے کے لیے درکار ہوتی ہے۔ جو شخص کسی غلط اور ناقص نصب العین سے محبّت کر رہا ہو وہ بھی ہمہ گیر اخلاقی اصولوں سے مطابقت رکھنے والے عمدہ اخلاقی عمل کی فطری خواہش تو رکھتا ہے لیکن اس کی یہ خواہش اس کی غلط محبّت سے دب جاتی ہے اور لہٰذا وہ اس کے تقاضوں کا صحیح ادراک یا اُن کی صحیح ترجمانی نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف غلط نصب العینوں کے چاہنے والے اس بات پر اتفاق نہیں کر سکتے کہ صداقت، عدل، حریت اور مساوات ایسی اصطلاحات کا صحیح مفہوم کیا ہے اور وہ کس قسم کے عمل کا تقاضا کرتی ہیں اور ایسی حالت میں جب کہ وہ ایک دوسرے کے گلے کاٹ رہے ہوتے ہیں۔ نہایت اخلاص اور دیانت داری کے ساتھ یہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ ان اخلاقی اقدار کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے قربانیاں پیش کر رہے ہیں جن پر یہ اصطلاحات دلالت کرتی ہیں۔

غلط اور ناقص نصبُ العین کی محبّت نہ مکمّل ہو سکتی ہے اور نہ مستقل طور پر قائم رہ سکتی ہے

(۲) ایک ایسے شخص کی محبت جو کسی غلط اور ناقص نصب العین کو اختیار کر لیتا ہے نہ تو اپنے مکمل کمال پر پہنچ سکتی ہے اور نہ ہی تادیر قائم رہ سکتی ہے۔ کامل اس لیے نہیں ہو سکتی کہ وہ حسن، خیر اور صداقت کے لیے اس کے فطری جذبہ محبت سے جو اسے مطلق اور عالمگیر اخلاقی اصولوں کے مطابق عمل پر اکساتی ہے مطابقت نہیں رکھتی اور اندر ہی اندر اس کے ساتھ متصادم ہوتی رہتی ہے لہٰذا وہ اپنی غلط محبت کی وجہ سے اپنے اس فطری جذبۂ محبت کی مکمل تشفی نہیں کر سکتا اس کے

علاوہ حسن کے وہ اوصاف جن کی موجودگی کا وہ شعوری احساس نہیں رکھتا اور جن کو وہ اس کی طرف فقط اپنی غلطی کو مکمل کرنے کے لیے بلاوجہ اور غیر شعوری طور پر منسوب کر رہا ہوتا ہے۔ اس کی محبت کی نشوونما میں ایک رکاوٹ پیدا کرتے ہیں اور اسے ایک خاص حد سے آگے بڑھنے نہیں دیتے۔ لہٰذا وہ اپنے غلط نصب العین کے ساتھ دل و جان سے محبت نہیں کر سکتا بلکہ اس کے لیے ایک مخفی غیر شعوری نفرت جو بعد میں آشکار اور باشعور ہو جاتی ہے اس کے دل کی گہرائیوں میں چھپی رہتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کی زندگی غیر مطمئن رہتی ہے اور وہ بہت جلد خوف، غم، پریشانی بلکہ ہسٹیریا۔ ذہنی مجادلہ اور دوسرے اعصابی امراض میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا الرُّعْبَ بِمَا اَشْرَکُوْا بِاللّٰہِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِہٖ سُلْطَانًا (آل عمران: ۱۵۱)

عنقریب ہم کافروں کے دلوں میں خوف پیدا کر دیں گے اس بنا پر کہ انہوں نے اس چیز کو خدا کا شریک ٹھہرایا جس کے لیے اس نے کوئی دلیل نازل نہیں کی تھی۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا وَّنَحْشُرُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَعْمٰی (طٰہٰ: ۱۲۴)

جس شخص نے میرے ذکر سے روگردانی کی اسے ایک دشوار زندگی کا سامنا کرنا ہوگا اور ہم قیامت کے دن (بھی) اسے اندھا بنا کر اٹھائیں گے۔

وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَہٗ شَیْطٰنًا فَھُوَ لَہٗ قَرِیْنٌ ۝ (الزخرف: ۳۶)

جو شخص خدا کے ذکر سے منہ موڑ لیتا ہے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں جو اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ حسن سے محبت کرنے کے یہ دونوں طریقے (جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے (یعنی نصب العین کے حسن پر غور و فکر اور نصب العین کے حصول کے لیے عمل) ایک غلط نصب العین کی محبت کو بھی کچھ عرصہ کے لیے ترقی دیتے ہیں لیکن اس کی ترقی جلد ہی ایک مقام

پر پہنچ جاتی ہے جس سے آگے نہیں جا سکتی بلکہ جہاں پہنچ کر یہ طریقے اس کی محبت میں اضافہ کرنے کی بجائے اس کے نقائص کو آشکار کرنے اور اس کی نفرت پیدا کرنے اور اسے ترقی دینے کا نتیجہ پیدا کرتے ہیں۔

ایک غلط نصب العین زود یا بدیر فرد اور قوم کی زندگی کے ایسے حالات پیدا کرتا ہے جو ناقابلِ برداشت ہوتے ہیں

(۳) ایک غلط نصب العین کے نازیبا اوصاف جو اس کو چاہنے والوں کی نظروں سے اوجھل ہونے کے باوجود ان کے اعمال کی نوعیت کو معین کرتے رہتے ہیں ان کی زندگی کے خارجی حالات کے آئینے میں آشکار ہو جاتے ہیں اس لیے ایک غلط نصب العین ایسے قومی اور بین الاقوامی حالات پیدا کرتا ہے جو انسانوں کے بڑے بڑے گروہوں کو مصیبت اور پریشانی میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ ایک غلط نصب العین دراصل ہر پہلو سے اور مکمل طور پر ناکام ہوتا ہے کیونکہ وہ زندگی کے خارجی حالات میں حسن کے ان اوصاف کو بھی آشکار نہیں کر سکتا جو اس کے چاہنے والے اس کی طرف شعوری طور پر اور دیدہ دانستہ منسوب کر رہے ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نصب العین کے وہ نقائص جو اس کی فطرت میں مضمر ہوتے ہیں ان اوصاف کے ساتھ ٹکراتے ہیں اور ان کے کامیاب عملی خارجی اظہار کو ناممکن بنا دیتے ہیں۔

جنگ جوئی اور خون ریزی کا اصل سبب

(۴) صحیح اور سچا نصب العین صرف خدا ہے جو ایک ہے لیکن غلط اور جھوٹے نصب العین جو انسان کی فطرت سے مطابقت نہیں رکھتے لاتعداد ہیں اور ان میں سے بہت سے بیک وقت ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو موجود ہو جاتے ہیں۔ چونکہ ان غلط نصب العینوں میں سے ہر ایک اپنا ایک ضابطۂ اخلاق و عمل رکھتا ہے اور اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے غیر محدود قوت اور توسیع کا متمنی ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کا ضابطۂ اخلاق و عمل پوری دنیا میں قبول

کر لیا جائے ۔ لہٰذا ہر نصب العینی جماعت دوسری تمام نصب العینی جماعتوں کے خلاف برسرِ پیکار ہو جاتی ہے اور تمام نصب العینی جماعتیں ایک غیر متناہی جنگ میں اُلجھ جاتی ہیں اور جُوں جُوں انسانوں کو بڑی تعداد میں ہلاک کرنے کے آلات قوّت اور اثر میں ترقی کرتے جاتے ہیں نصب العینوں کی یہ غیر متناہی جنگ بھی زیادہ سے زیادہ انسانوں کی خون ریزی اور تباہی کا سبب بنتی جاتی ہے

جو قوم غلط نصب العین پر قائم ہوتی ہے اس کا آخر کار مٹ جانا ضروری ہوتا ہے

(۵) وہ قوم جو کسی غلط نصب العین کی محبت پر قائم ہو تا دیر زندہ نہیں رہ سکتی ۔ ممکن ہے کہ وہ کئی صدیوں تک زندہ رہے لیکن فطرت انسانی کے ناقابل تغیر قوانین کے عمل کی وجہ سے ضروری ہے کہ وہ آخر کار نیست و نابود ہو کر رہے ۔

لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ج اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ

(یونس : ۴۹)

ہر قوم کے لیے جو کسی غلط نصب العین کی پرستار ہو ایک مدت حیات ہوتی ہے جب ان کی موت ختم ہونے کا لمحہ آتا ہے تو وہ نہ اس کے پیچھے رہتے ہیں اور نہ آگے نکلتے ہیں ۔

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ نِ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ٥ (ابراہیم : ۲۶)

ایک ناپاک کلمے یعنی ایک ناپاک اعتقاد یا نصب العین کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک نابکار درخت جسے زمین سے اکھاڑ کر پھینک دیا جاتا ہے اور اسے کوئی ثبات یا قرار نہیں ہوتا ۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ٥ (العنکبوت : ۴۱)

ان لوگوں کی مثال جو خدا کو چھوڑ اوروں کو یعنی اور نصب العینوں کو دوست بناتے ہیں ایک مکڑی کی طرح ہے جو اپنے لیے گھر بناتی ہے اور یقیناً سب گھروں سے زیادہ کمزور گھر مکڑی کا ہی گھر ہوتا ہے کاش کہ یہ لوگ جانتے ۔

لہٰذا وہ ساری قربانیاں جو ایک غلط نصب العین کے پرستار اس کے لیے کرتے ہیں

رائیگاں جاتی ہیں وہ مجبور ہوتے ہیں کہ خود اپنے ہاتھوں سے عمارت کو ڈھائیں اور برباد کریں جسے وہ صدیوں کی محنت شاقہ کے بعد کھڑا کرنے کے قابل ہوئے کیونکہ انہوں نے نہیں دیکھا تھا کہ اس عمارت کی دیواریں ٹیڑھی ہیں اور وہ ان کے ذوق حسن کو مطمئن نہیں کر سکے گی اور ان کے کسی کام نہیں آسکے گی۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک بڑھیا جو بڑی محنت اور بڑے شوق سے سوت کاتتی ہے اور پھر جب کات لیتی ہے تو اپنے ہی ہاتھوں سے اُسے نوچ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنكَاثًا (النحل: ۹۲)

اس عورت کی طرح نہ بنو جو اپنے سوت کو مضبوطی سے کاتنے کے بعد کھول کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے۔

یہ لوگ جب تک اپنے غلط نصب العین کی خدمت میں قربانیاں پیش کر رہے ہوتے ہیں تو کسی کی پند و نصیحت سننے کے لیے تیار نہیں ہوتے کیونکہ ان کو یقین ہوتا ہے کہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں بالکل درست ہے لیکن درحقیقت وہ اپنی زندگی کو ضائع کر رہے ہوتے ہیں۔

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُم بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۝ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۝

(الکہف: ۱۰۳، ۱۰۴)

کہیے کیا میں تم کو ان لوگوں کا حال بتاؤں جن کے اعمال سب سے زیادہ نقصان رساں ہیں یہ لوگ وہ ہیں جن کی تگ و دو اس دنیا کی زندگی کے لیے صرف ہو کر رہ گئی ہے اور اس کے باوجود وہ سمجھتے ہیں کہ وہ نہایت اچھے کام کر رہے ہیں۔

وہ اپنے نصب العین سے مخلصانہ اور والہانہ محبت کرتے ہیں لیکن اس کا انجام فقط یہ ہوتا ہے کہ وہ نصب العین انہیں فریب دے کر چھوڑ جاتا ہے اور ان کو اپنی غلط محبت کی قیمت اپنی جان سے ادا کرنی پڑتی ہے اور اس کے عوض میں وہ فقط تباہی اور بربادی کو مول لیتے ہیں۔ قرآن حکیم بار بار ایسی قوموں کا ذکر کرتا ہے جن کو دنیا سے اس لیے رخصت ہونا پڑا کہ وہ خدا کو چھوڑ کر غلط نصب العینوں سے محبت کرتے تھے۔

قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ
قَبْلُ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِيْنَ ۝ (الرّوم: ۴۲)

کہیے زمین پر چلو پھرو اور دیکھو کہ ان لوگوں کا انجام کیا ہوا ہے جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں اور جو خدا سے شرک کیا کرتے تھے۔

اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ مَكَّنّٰهُمْ فِى
الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِدْرَارًا
وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ
وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۝ (الانعام: ۶)

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی نسلوں کو ہلاک کر دیا ہے جن کو ہم نے زمین پر اس طرح سے تمکن کیا تھا کہ تم کو بھی ویسا نہیں کیا اور ہم نے ان پر آسمان سے موسلا دھار مینہ برسائے اور دریاؤں کو ان کے قدموں پر جاری کیا پس ہم نے اُن کو اُن کے گناہوں کی پاداش میں ہلاک کر دیا اور ان کے بعد اور نسلوں کو پیدا کر دیا۔

غلط نصب العین پر قائم ہونے والی ریاست میں سچی آزادی ممکن نہیں

(۶) ایک ایسی ریاست جو کسی غلط نصب العین پر مبنی ہو فرد کو سچی آزادی نہیں دے سکتی۔ ایسی ریاست میں فرد ظاہری طور پر آزاد ہوتا ہے لیکن در اصل وہ ریاست کے غلط نصب العین کا غلام ہوتا ہے۔ اگرچہ اس میں شک نہیں کہ اپنی غلط تعلیم کی وجہ سے وہ اپنے غلط نصب العین کو پسند کرنے لگ جاتا ہے اور اپنی غلامی کو آزادی سمجھ کر اس سے پوری طرح رضامند ہو جاتا ہے اسے معلوم ہی نہیں ہوتا کہ وہ ایک ایسے نصب العین کا غلام بن گیا ہے جو اس کی فطرت سے مطابقت نہیں رکھتا اور اُسے اپنے غیر فطری اور غلط ضابطۂ اخلاق کی پیروی پر مجبور کر رہا ہے۔

اگر آزادی کا کوئی مطلب ہو سکتا ہے تو وہ سوائے اس کے کوئی اور نہیں ہو سکتا کہ کوئی انسان اپنی اس آرزو کو مطمئن کرنے کے لیے مکمل اور مستقل طور پر آزاد ہے جو آخر کار اس کی فطرت کی صرف ایک ہی آرزو ہے اور یہ آرزو خدا کی آرزو ہے۔ ان بیرونی قوتوں میں جو اس آزادی